ڈاکٹر صابر کلوروی کی تحقیق۔۔۔۔۔۔بحوالہ اقبالیات: تحقیقی تجزیہ

Analysis of Dr. Sabir Kaloorvi's research on Iqbaliat

گلناز بانو

Abstract

Professor Dr. Sabir Hussain Kalorvi is one of the reknown Research Scholar of Khyber Pakhtunkhwa. He was born in a small village of Kaloor in Abbottabad in 1949. He was by nature a research scholar and education friendly person. His research mostly revolves around "Iqbaliat", in which he worked honestly and devotedly to highlight the remains of Iqbaliat. The real purpose of Dr. Sahib research work is to highlight the life and ideology of "Shahir Mashriq Dr. Allama Muhammad Iqbal". Dr. Sabir presented his thoughts in a very simple and logical way. His research work is mostly coloured with explanation and corrective form, which distinguishes him from the other scholars.

خیبر پختونخوا کے تحقیق کاروں میں ایک اہم نام پروفیسر ڈاکٹر صابر کلوروی کا ہے۔ آپ کا اصل نام صابر حسین تھا۔ ۱۹۔اکتوبر ۱۹۴۹ء میں ایبٹ آباد کے گاؤں کلور میں پیدا ہوئے اسی لیے کلوری کہلائے جاتے تھے۔

آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نگرانی میں " باقیات شعر اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ کر ۱۹۹۰ء میں ڈگری حاصل کی اپنی علمی و تدریسی خدمات کے لیے ۱۹۹۴ء میں شعبہ اُردو پشاور یونیورسٹی سے منسلک ہو گئے۔ ۲۰۰۰ء میں تین سال کے لیے آپ کو صدر شعبہ اُردو منتخب کیا گیا۔ ۲۰۰۶ء میں ایک بار پھر صدر شعبہ کے لیے آپ کی تقرری ہوئی۔ ۲۲ مارچ ۲۰۰۸ء تک آپ اپنے فرائض پوری ذمے داری سے نبھاتے رہے۔ ۲۲ مارچ ۲۰۰۸ء میں حرکت قلب کے بند ہونے سے اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔

آپ علم دوست اور محقق مزاج انسان تھے تحقیق کا مادہ آپ کی رگ و پے میں رچا بسا ہوا تھا۔ اُردو زبان و ادب کے فروغ اور تفہیم اقبالیات کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہے۔ آپ کی اقبال شناسی کے تو سبھی متعرف ہیں راقمہ خود بھی اس بات کی تصدیق بلا تردد کرتی ہے۔ کیوں کہ راقمہ کو آپ کی شاگرد ہونے کا شرف ملا تھا۔ راقمہ نے خود "اقبالیاتی" تحقیق میں آپ کا جوش، لگن و خلوص دیکھا تھا۔ اپنے دور صدارت میں آپ نے شعبہ اُردو میں اپنی ذاتی دلچسپی سے شعبہ تحقیق کو بہت فروغ دیا۔ طلباء میں ریسرچ کا رجحان پیدا کرنے کے لیے ایم فل اور پی ایچ ڈی کی کلاسس کا باقاعدگی سے اجراء کیا۔ اس سلسلے میں علمی و ادبی سمینار، ورکشاپ منعقد کروائیں۔ طلباء میں کتب بینی کے فروغ کے لیے کتابوں کی نمائشیں لگوائیں۔

آپ کا اپنا ذاتی کتب خانہ قلندر آباد میں تھا جو محققین و طلباء کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا۔

ڈاکٹر صابر کلوری ایک بامقصد محقق تھے آپ کی تحقیق کا بنیادی مقصد شاعر مشرق کی حیات و افکار کے اصل حقائق کی افہام و ترسیل کرنی تھی۔ آپ کو اس بات کا سخت افسوس تھا کہ ابھی بھی ایسے بے خبر لوگ ہیں جو علامہ اقبال جیسے محسن قوم کی شخصیت کے بنیادی

کوائف اور افکار و نظریات سے لاعلمی رکھتے ہیں لکھتے ہیں :

"مجھے یہ جان کر بہت دُکھ ہوا کہ وہ صاحب پڑھے لکھے ہونے کے باوجود اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ علامہ اقبال کبھی مسلم لیگ کے صدر رہ چکے ہیں یا یہ کہ انہوں نے گول میز کانفرنس میں شرکت کی تھی خیر اس کے لیے تو انہیں یہ سوچ کر معاف کیا جاسکتا ہے کہ شاید موصوف سیاست سے دلچسپی نہ رکھتے ہوں لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ وہ علامہ کی جائے پیدائش سے بھی ناواقف تھے اور لاہور کو علامہ کی جائے مولود بتاتے تھے پڑھے لکھے طبقے کی یہ نادانی اور اپنے محسنوں سے یہ سلوک دل مسوس کر کے رہ گیا اور ارادہ کر لیا کہ دلوں کو مرکز مہر و وفا سے آشنا کرنے کے لیے سیرت اقبال کو عام کرنا ضروری ہے۔"(۱)

چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اقبالیات سے متعلق کم یا زیادہ معلومات رکھنے والے دونوں طبقوں کے لیے شخصیت اقبال اور فکر اقبال کے اصل حقائق بے نقاب کرنے کی ٹھان لی اس مقصد کے لیے آپ نے درج ذیل کتب تصنیف و تالیف کیں۔ اقبال کے ہم نشیں، داستان اقبال، اشاریہ مکاتیب اقبال، کلیات باقیات شعر اقبال اُردو، تاریخ تصوف ان کے علاوہ متعدد تحقیقی و تنقیدی مقالات تحریر کیے جو ملک کے مختلف جرائد ور سائل میں شائع ہوتے رہے۔

ڈاکٹر صابر کلوروی کی مرتب کتاب اقبال کے ہم نشیں کو ۱۹۷۵ء میں مکتبہ خلیل لاہور نے شائع کیا۔ اس کتاب میں ۶۹ مضامین شامل ہیں جو اقبال سے ملنے اور ان سے متاثر ہونے والوں نے قلمبند کیے ہیں۔ یہ کتاب تین بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ حیات اقبال سے متعلق "۴۳" عمومی یاد داشتوں و تاثرات دوسرا حصہ اقبال کے اہل خانہ کی "۴" یاد داشتوں اور تیسرا حصہ "۲۲" جزوی تاثرات پر مبنی ہے۔

اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے انتہائی محنت سے علامہ اقبال سے تعلق رکھنے والوں کی تلاش و جستجو کر کے ان کے تاثرات اور یاد داشتوں کو اکٹھا کیا ہے۔ بلکہ اپنی تحقیقی و تنقیدی بصیرت اور وسعت مطالعہ سے حواشی و تعلیقات بھی لکھے ہیں۔ اس طرح اہم اور تشریح طلب امور کی وضاحت محققین اقبال کے لیے استفادہ کی حامل بن سکتی ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ڈاکٹر صاحب کی اس تحقیقی کاوش پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

"پروفیسر صابر کلوری نے مرتبین کے شیوہ عمومی، رسائل و کتب سے مضامین نقل یا فوٹو سٹیٹ کرا کے کاتب کے حوالے کر دینے کے برعکس، ان تحریروں کو غور سے پڑھا، دیکھا اور تشریح طلب امور کی ذیلی حواشی میں وضاحت کی اور بعض تنقیح طلب روایات پر نقد و جرح کرتے ہوئے صحیح صورت حال پیش کر دی۔ اس ترتیب و تدوین کے ساتھ زیر نظر مجموعہ میں تحقیق و تلاش کا عنصر بھی شامل ہے۔"(۲)

اقبال کے ہم نشیں میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحقیقی بصیرت سے علامہ اقبال کی شخصیت کے بعض پوشیدہ گوشوں کو پہلی دفعہ آشکارا کیا ہے۔

"داستان اقبال" حیات اقبال سے متعلق ڈاکٹر صاحب کی پہلی تصنیف ہے۔ یہ ۱۹۷۷ء میں یاد اقبال کے نام سے اقبال صدی کے موقع پر لکھی گئی تھی اس کتاب کو جدید ی سائز میں شاہکار لاہور نے شائع کیا بعد میں سید قاسم شاہ محمود نے "داستان اقبال" کے نام سے مکتبہ شاہکار کراچی سے کتابی شکل میں شائع کیا۔ ۲۰۰۹ء میں ادارہ نشریات لاہور نے متعدد اغلاط کی اصلاح واضافے کے ساتھ ترمیم شدہ ایڈیشن شائع کیا۔

۱۹۷۷ء کے بعد حیات اقبال کے ضمن میں نئے مواد کی روشنی میں 'داستان اقبال" کے نقش ثانی میں سو صفحات کے قریب کوائف اور معلومات میں اضافہ کیا گیا ہے۔ انیس ابواب پر مشتمل اس کتاب میں اقبال کی شخصیت اور افکار کو انتہائی جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی کوئی تحقیقی کتاب نہیں ہے۔ اس میں حوالوں کا اہتمام نہیں ہے البتہ کتابیات دی گئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب خود اس کتاب کے دیباچہ (طبع دوم) ص ۱۲ پر لکھتے ہیں :

> "داستان اقبال، اقبال کی کوئی تحقیقی سوانح عمری نہیں تھی بلکہ اسے عام پڑھے لکھے اصحاب اور طلبہ کے لیے ایسے انداز سے لکھا گیا تھا کہ اقبال کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہمارے سامنے آسکے یہی وجہ ہے کہ اس میں حوالوں کا التزام نہیں کیا گیا تھا۔"

ڈاکٹر صاحب کے اس اعتراف کے باوجود اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے تحقیقی مزاج اور معلومات سے علامہ اقبال کی سیرت سے متعلق پیدا ہونے والی اُلجھنوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر "داستان اقبال" کے متعلق لکھتے ہیں۔

> "داستان اقبال ذخیرہ اقبالیات میں ایک گراں قدر اضافہ ہے اس کا مطالعہ جہاں عام قارئین کے لیے دلچسپی کا باعث ہے وہاں اقبال شناسوں کے لیے بھی افادیت کی حامل ہے۔"(۳)

تاریخ تصوف: علامہ اقبال کی نامکمل اور غیر مطبوعہ تصنیف کو ڈاکٹر صاحب نے اپنی تلاش و جستجو سے دریافت کر کے مرتب کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی دریافت سے قبل تاریخ تصوف کا مواد اقبال میوزیم لاہور میں اقبال کے ذاتی کاغذات میں کسی محقق کی تلاش و جستجو کا منتظر پڑا ہوا تھا۔

یہ ڈاکٹر صاحب کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں اس کتاب کا مسودہ دستیاب ہوا۔ اس مسودے میں صرف دو ابواب مکمل تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحقیقی و تنقیدی صلاحیتوں سے اس کتاب کو ترتیب دے کر اس کے دیباچہ، حواشی اور تعلیقات و اشاریہ کا التزام کر کے اسے مکمل کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کے مختلف ابواب میں علامہ اقبال کے نظریہ تصوف کی تشریح وتوضیح حواشی و حوالوں سے کی ہے۔ اس کتاب سے بلاشبہ علامہ اقبال کے نظریہ تصوف کو سمجھنے والوں کو استفادہ ہو گا۔

اشاریہ مکاتیب اقبال: اس کتاب میں ڈاکٹر صابر کلوری نے علامہ اقبال کے خطوط کے ۱۳ مجموعوں جو ۱۹۴۶ سے ۱۹۷۸ء تک شائع ہوئے تھے کا اشاریہ مرتب کیا ہے۔ اشاریہ مکاتیب اقبال کو درج ذیل گیارہ بڑے عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) موضوعات (۲) اشخاص (۳) کتب رسائل اخبارات (۴) مقامات ادارے (۵) اقبال کی تصانیف (۶) اشعار (۷) مشترک خطوط (۸) بلا تاریخ والے خطوط (۹) سن وار خطوط (۱۰) سن وار خطوط کا جامع اشاریہ (۱۱)مکتوب الیہم کتاب کے مطالعے سے ڈاکٹر صاحب کی انتھک محنت اور جانفشانی کا اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف نے تحقیقی عرق ریزی سے علامہ کے ۱۳ مجموعہ مکاتیب کا اشاریہ مرتب کیا۔ اس کتاب سے خطوط اقبال سے متعلق چند بنیادی اور کلیدی اعداد وشمار سامنے آتے ہیں اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحقیق کی روشنی میں ایسے (۱۹۱) خطوط کی نشاندہی کی ہے جو ایک سے زائد مجموعوں میں شائع ہوئے ہیں (۱۵۴) ایسے خطوط کی نشاندہی کی ہے جن پر یا تو تاریخ محررہ اور سن سرے سے درج ہی نہیں ہے اگر درج ہے تو بھی درست نہیں ہے۔ چنانچہ نا معلوم تواریخ کو دریافت کرنے اور غلط تواریخ اور سنین کی تصحیح کا کام ڈاکٹر صاحب نے سر انجام دے کر اپنی تحقیقی کاوشوں کا ثبوت دیا ہے۔

کلیات باقیات شعر اقبال اُردو: میں ڈاکٹر صاحب نے اقبال کے متروک کلام، غیر مطبوعہ کلام اور علامہ اقبال کا وہ کلام جو مختلف رسائل میں اشاعت کے باوجود علامہ اقبال کے پاس محفوظ نہ رہا سے متعلق تحقیقی معلومات فراہم کی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی اس تحقیقی کاوش سے پہلے بھی علامہ اقبال کے کلام کے متروکات اور باقیات پر متعدد مجموعے شائع ہو چکے تھے۔ لیکن ان مجموعوں میں متن کی بے شمار اغلاط پائی گئیں بیشتر مرتبین نے دوسرے شعراء کا کلام بلا تحقیق اقبال سے منسوب کر دیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے بنیادی ماخذ تک رسائی حاصل کر کے صحیح متن کا اہتمام کیا اور اپنی تحقیقی بصیرت سے اقبال سے غلط طور پر منسوب کلام کی نشاندہی کی علامہ اقبال کے متداول اور غیر متداول کلام سے متعلق ڈاکٹر صاحب نے جو اعداد و شمار پیش کیے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کے کلام کا ۴۴ فیصد حصہ غیر متداول کلام کی ذیل میں آتا ہے۔ تحقیقی حوالے سے علامہ اقبال کے کلام سے متعلق یہ کتاب قابل قدر اضافہ ہے۔

تحقیق کا مطلب اصلیت معلوم کرنا، درست صحت، جانچ پڑتال اور دریافت و بازیافت کے ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند اپنی کتاب ''تحقیق کا فن'' صفحہ نمبر ۱۳ پر تحقیق کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

''جو حقائق ہماری نظروں کے سامنے نہیں ہیں انہیں کھوجنا، جو سامنے تو ہیں لیکن دھندلے ہیں ان کی دھند دور کر کے انہیں آئینہ کر دینا۔ ''

ڈاکٹر صاحب کی تحقیقی کاوشوں کے مطالعے کے بعد بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ گیان چند کی متعین کردہ مندرجہ بالا تعریف ڈاکٹر صاحب کے تحقیقی رجحان و رویہ پر صادق آتی ہے۔ انہوں نے علامہ اقبال جیسی نابغۂ روزگار ہستی کی شخصیت اور افکار و نظریات کے دھندلے پن کو اپنی تحقیقی سرگرمیوں سے دور کر کے آئینے کی طرح صاف و شفاف کر دیا ہے۔

ڈاکٹر صابر کلوروی فطری طور پر ایک تحقیق کار کے اوصاف رکھتے تھے آپ نے اپنی تحقیق میں محنت و لگن کو بنیادی اہمیت دی اپنی انتھک محنت اور تحقیقی جستجو سے علامہ کی شخصیت اور فکر کے حوالے سے بے شمار نوادر جمع کیے ہیں ۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر "داستان اقبال" میں حرف اول صفحہ (ف) پر لکھتے ہیں :

"وہ احباب جو پروفیسر صابر کلوری کے قریب رہے ہیں وہ اس بات کی تصدیق کریں گے کہ ان پر اقبالیات لوازمے کی تلاش کی دھن سوار رہتی تھی۔۔۔ وہ رات رات بھر مطالعہ کرتے نوٹس لیتے اور اپنے مطلوبہ لوازمے کی فہارس تیار کرتے اور یوں ان کی زنبیل میں اقبال کی شخصیت اور فکر کے حوالے سے سینکڑوں نوادر جمع ہو گئے۔"

محقق اپنی کھوج و جستجو سے ہی ادب میں نئی دنیائیں تلاش کرتا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے نے بھی اپنی تلاش و جستجو سے علامہ اقبال کی شخصیت اور فکر کے حوالے سے نئے نئے انکشافات کیے ہیں۔ تاریخ تصوف، اقبال کا انیسواں خط بنام قائد اعظم اور اقبال کے X(ایکس) شاعر کے فرضی نام سے لکھنا ڈاکٹر صابر کلوروی کی کھوج و جستجو کے نئے انکشافات ہیں۔ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"اقبال نے بھی آخری دور میں ایک فرضی نام اختیار کیا وہ ۳۷-۱۹۳۶ میں ایک شاعر (Xشاعر) کے نام سے احسان اخبار میں نظمیں لکھتے رہے ان کے کالم کا عنوان "سیاسیات پنجاب" ہوا کرتا تھا۔" (۴)

اور پھر اپنی کھوج سے ایکس شاعر کے نام سے لکھی جانے والی بارہ نظموں کی دریافت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"راقم الحروف نے ایکس شاعر کے فرضی نام سے لکھی جانے والی بارہ نظموں کا سراغ لگایا ہے یہ نظمیں عبدالرشید کی ذاتی ڈائری میں موجود ہیں اس ڈائری کے سرورق پر عنوان "تاثرات" درج ہے اس ڈائری میں جہاں میاں صاحب نے یہ نظمیں درج کی ہیں۔ "سیاسات پنجاب" کا عنوان قائم کیا ہے۔"(۵)

بنیادی مآخذات و مصادر سے ہی تحقیقی بیانات کے مستند و معتبر بنایا جاتا ہے۔ڈاکٹر صاحب اس بات سے بخوبی آگاہ تھے چنانچہ انہوں نے اپنی تحقیق کو مؤثر بنانے کے لیے اصل ماخذات تک رسائی کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ انہوں نے ماخذات کی دستیابی میں کسی قسم کی غیر ذمے داری یا سہل پسندی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ان کے ماخذ آت ان کی تگ و دو کی گواہی دیتے ہیں۔ وہ ملک کے بیشتر علاقوں میں وقتاً فوقتاً مواد ماخذات کی تلاش کے لیے گردش میں رہتے تھے۔

علامہ اقبال ایبٹ آباد (ہزارہ) میں دو مرتبہ ۴-۱۹۰۳ میں تشریف لائیں تھے لیکن ان کے ان اسفار کی صحیح سن اور تاریخ معلوم نہیں تھی۔ دوسرا وہ ایبٹ آباد میں کسی مقام پر ٹھہرے اس بارے میں بھی قیاس آرائیاں کی جاتی تھی۔ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحقیق سے علامہ اقبال کے ان اسفار کی صحیح تاریخ، جائے قیام اور وجہ اسفار کا سراغ اصل ماخذات کی روشنی میں کر کے اصل حقائق پیش کیے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اصل حقائق کی تلاش کے بعد لکھتے ہیں:

"ایبٹ آباد کے اس پہلے سفر کی تاریخ کے بارے میں راقم الحروف نے گورنمنٹ کالج غازی (تربیلہ) کے قیام کے زمانے میں کیمبل پور (موجودہ اٹک) میں ایم ای ایس کے ریکارڈ کی چھان بین کی لیکن شیخ عطا کی پرسنل فائل تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے ۱۹۸۵ میں راقم الحروف پہلی بار کراچی گیا تو علامہ کے بھتیجے اور شیخ عطا محمد کے بڑے صاحبزادے شیخ اعجاز احمد سے ان کے گھر ملا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا شیخ صاحب نے مجھے یہ بتا کر حیرت زدہ کر دیا کہ یہ فائل تو ان کے ذاتی ریکارڈ میں موجود ہے۔ میری درخواست پر انہوں نے نہ صرف مجھے یہ فائل دکھائی بلکہ اس کے دو صفحات کا عکس بھی عنایت کیا۔ یوں مجھے اقبال کے پہلے سفر کی تاریخ متعین کرنے میں سہولت ہوئی۔ شیخ عطا محمد کی پرسنل فائل کے مطابق شیخ عطا محمد کو اکتوبر ۱۹۰۳ء میں مقدمے سے باعزت طور پر بری کر دیا گیا تھا فیصلے کے بعد ۱۹۰۳/ ۱۰/ ۷ کو فورٹ سنڈیمن سے ایبٹ آباد تبدیل کر دیا گیا تھا۔ شیخ صاحب نے ۱۸اکتوبر ۱۹۰۳ کو ایبٹ آباد میں ایس ڈی او کا چارج سنبھالا اس پرنسل فائل کے مطابق وہ ۱۸ جنوری ۱۹۰۵ تک ایبٹ آباد میں مقیم رہے۔ شیخ اعجاز نے مجھے انٹرویو کے دوران بتایا۔۔۔۔۔۔۔۔ شیخ عطا محمد کی تبدیلی کے بعد علامہ ان کے اہل خانہ کو لے کر ایبٹ آباد گئے۔ (۶)"

اسی طرح علامہ کی رہائش ایبٹ آباد میں کس جگہ تھی اس قیام گاہ کی نشاندہی ہزارہ گزیٹیر میں ایبٹ آباد کے پرانے نقشہ اور شیخ اعجاز کے یاداشت کے بل بوتے پر بنائے ہوئے نقشے سے کرتے ہیں۔ اصل حقائق کے بارے میں لکھتے ہیں:

"شیخ اعجاز احمد کی یاداشتوں کی بدولت راقم الحروف اقبال کی اس قیام گاہ کی نشان دہی میں کامیاب ہو گیا یہ عمارت سٹی تھانے سے آگے۔ عبدالرؤف پیٹرول پمپ کے قریب واقع ہے بلکہ اس کا ایک راستہ پڑول پمپ سے اوپر جاتا ہے علامہ اس مکان میں رہائش پذیر تھے۔" (۷)

ڈاکٹر صابر کلوری نے اپنی تحقیق سے علامہ اقبال سے متعلق بعض مفروضات اور الزامات کی بھی تردید کی ہے۔ جیسے کہ اپنے مضمون اقبال اور ہزارہ میں وہ ان مفروضات کی تردید کرتے ہیں جو بعض حضرات نے علامہ کے سفر ایبٹ آباد سے متعلق قائم کیے تھے۔ کہ علامہ میر ولی اللہ سے ملنے ایبٹ آباد آئے تھے اور اس طرح علامہ کو میر ولی اللہ کا ہم عصر ٹھہرایا گیا۔

ڈاکٹر صاحب اس بارے میں لکھتے ہیں:۔

"میر ولی اللہ ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ میں آٹھویں یا نویں کے طالب تھے اقبال کا تعارف تو مولوی سلطان ے میر ستھا۔ (میر ولی اللہ کے والد) مخزن میں لکھا کرتے تھے۔ دوسری غلط فہمی میر صاحب کی تاریخ پیدائش کے بارے میں ہے انہیں علامہ کا ہم عصر ثابت کرنے کے لیے ان کی تاریخ پیدائش ۱۸۷۸ء لکھی گئی ہے۔ جو درست نہیں ہے۔ میر ولی اللہ کے ذاتی ریکارڈ میں میر صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک نوٹ موجود

ہے جو انہوں نے مشہور مصنف سبط حسن رضوی کو لکھا اس میں انہوں نے اپنی پیدائش 10 / جون ۱۸۸۷ بتائی ہے۔ اس حساب سے ۱۹۰۳ء۔۱۹۰۴ میں میر صاحب نویں یا دسویں کے طالب علم ہوں گے۔"
(۸)

اسی طرح بعض حضرات نے بلا تحقیق علامہ اقبال پر الزام تراشی کی ہے۔ اپنے پاس سے من گھڑت کہانیاں بنا کر علامہ اقبال کی عظمت کو منہدم کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے علامہ اقبال پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ انہوں نے ایک طوائف کا قتل کیا تھا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صابر کلوروی لکھتے ہیں:۔

"طوائف کو قتل کرنے والی روایت بالکل من گھڑت ہے حیرت ہوتی ہے کہ کالج کا ایک طالب علم ایک طوائف کو قتل کرے، اس پر کوئی مقدمہ چلے نہ کوئی باز پرسی۔"(۹)

ڈاکٹر صاحب کے ہاں زیادہ حوالہ جاتی اور تصیحی تحقیق ملتی ہے۔ اس قسم کی تحقیق کے لیے تحقیقی عرق ریزی کے ساتھ تنقیدی بصیرت بھی ناگزیر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تحقیق کار اپنے تنقیدی شعور سے ہی کھرے کھوٹے، صحیح اور غلط میں تمیز کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحقیقی کاوشوں میں محقق و نقاد دونوں کے فرائض نبھائے ہیں۔ انہوں نے اپنی تنقیدی صلاحیتوں سے علامہ کے افکار و نظریات کی تشریح و توضیح عام فہم انداز میں کی ہے۔ اقبال کے روشن خیالی سے متعلق ڈاکٹر صاحب کا تنقیدی تجزیہ ملاحظہ ہو۔

"روشن خیالی کو مغربیت سے وابستہ کیا جاتا ہے اقبال کے ہاں روشن خیالی کا مطلب مغربیت کی تقلید نہیں ہے اس کی بنیاد جدیدیت اور ہومنزم پر ہے جدیدیت تو معاشرتی زندگی کے بدلتے تقاضوں کی قبولیت کا عمل ہے جبکہ مغربیت غیر ملکی تہذیب و معاشرت کی اندھی اور کورانہ تقلید کا نام ہے (ہومنیز) حقوق انسانی کے تحفظ اور رنگ و نسل، مذہب و وطن کے امتیاز کے بغیر ایک دوسرے کے حقوق کے احترام کا نام ہے۔"(۱۰)

ڈاکٹر صاحب کا طریقہ تحقیق تجزیاتی و سائنسی رہا ہے۔ انہوں نے بیرونی شہادتوں کے ساتھ ساتھ داخلی شہادتوں اور تجزیوں سے بھی نتائج کا استخراج کیا ہے۔ جسے اقبال کو نظم "ابر" سے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ علامہ نے یہ نظم ایبٹ آباد میں مولوی سلطان میر کے گھر بیٹھ کر مکمل کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب اس نظم کے داخلی تجزیے کے بعد اس بات کو رد کرتے ہیں کہ یہ نظم میر صاحب کے گھر میں لکھی گئی تھی بلکہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ نظم اقبال نے جناح باغ (ایبٹ آباد) میں بیٹھ کر لکھی تھی: لکھتے ہیں :

"نظم کے مطالعے کے دوران بعض داخلی شہادتوں سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے مثلاً جب وہ کہتے ہیں

ہوا کی نم سے ہوئی نرم سرو کی ٹہنی
جو آکے فاختہ بیٹھی تو جھک گئی ٹہنی

تو ان کا اشارہ باغ میں موجود سرو کے درخت کی طرف تھا اس شعر میں سرو کا درخت میری دلچسپی کا مرکز رہا ۔۔۔۔۔۔اقبال کا اشارہ غالباً دیودار کے درخت کی طرف تھا جو سرو سے خاصی مشابہت رکھتا ہے اس درخت کے بعض پرانے نمونے لیڈی گارڈن اور باغ جناح میں اب بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔"(۱۱)

ڈاکٹر صابر کلوری نے خیبر پختونخوا میں علامہ اقبال کے حوالے سے جو علاقائی زبانوں میں تحقیق ہوئی ہے۔ اس کا جائزہ بھی بڑے عمیق مطالعے و مشاہدے سے کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کے دو مضامین "صوبہ سرحد کی علاقائی زبانوں میں اقبال شناسی کی روایت کا جائزہ" (اخبار اُردو اگست ۲۰۰۳) اور "صوبہ سرحد میں اقبال شناسی کی روایت" (خیابان نوادر اقبال ۲۰۰۳) قابل مطالعہ ہیں۔

ان مضامین میں ڈاکٹر صاحب نے باقاعدہ اعداد و شمار کر کے بتایا ہے کہ سرحد میں اقبال پر کتب لکھنے کا آغاز ۱۹۶۶ء میں ہوا ۲۰۰۳ تک اس موضوع پر پشتو میں پانچ طبع زاد کتب، سولہ تراجم، خطبات اقبال کا ایک ترجمہ اور دو سو سے زائد مضامین و مقالات اور دو اقبال نمبر شائع ہوئے تھے جب کہ ہندکو زبان میں حسام حر نے اقبال پر "حرد اقبال" کے نام سے ۲۰۰۳ء میں کتاب شائع کی۔

اسی طرح دوسرے مضمون (صوبہ سرحد میں اقبال شناسی کی روایت) میں اقبالیات پر اُردو کتب مضامین و مقالات کے اعداد و شمار کے ساتھ ساتھ یہاں پر اقبالیاتی اداروں، انجمنوں اور اقبال نمبر سے متعلق تحقیقی و تنقیدی تجزیہ کیا ہے۔ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کے مطابق صوبہ سرحد میں اقبال پر ۱۹۷۶ تک اُردو میں تیرہ کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ اقبال صدی کے موقع پر یعنی ۱۹۷۷ء میں اُردو کی نو کتب شائع ہوئیں جبکہ ۱۹۷۸ سے ۲۰۰۳ تک اُردو کتب کی تعداد میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور سولہ کتب منظر عام پر آتی ہیں۔

ڈاکٹر صابر کلوری کی تحقیق کے مطابق اقبال پر پہلی کتاب "شاعر مشرق" کے نام سے مولانا سعید الدین شیر کوٹی نے لکھی ہے یہ کتاب ۱۹۵۴ء میں طبع ہوئی تھی۔

تحقیق ایک غیر مختتم عمل ہے اس کا کوئی نقطہ منتہا نہیں۔ڈاکٹر صاحب نے بھی ساری زندگی اس شعبے سے وابستگی رکھی اپنی زندگی کو اقبالیاتی، مطالعہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ان کا مقصد صرف پی ایچ ڈی کی سندی ڈگری حاصل کرنا نہیں تھا۔ انہوں نے ۱۹۹۰ء میں یہ ڈگری حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد بھی انہوں نے اپنے تحقیقی کام کو جاری و ساری رکھا ۱۹۹۰ سے ۲۰۰۴ تک علامہ اقبال کا جو متروک کلام منظر عام ہوا۔ان کو صابر صاحب نے (کلیات باقیات شعر اقبال اُردو) کے آخر میں ضمیمہ الف: نو دریافت کلام اقبال، ضمیمہ ب: تحقیق طلب کلام اقبال، ضمیمہ ج: اقبال کا الحاقی کلام کتاب میں شامل کر کے اپنے مسلسل تحقیقی عمل کا ثبوت دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب ایک محقق تھے۔ بحیثیت محقق وہ حوالہ جات کی اہمیت و ضرورت سے بخوبی آگاہ تھے۔ داستان اقبال کے متعلق اگرچہ کے خود انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ کہ یہ تحقیقی کتاب نہیں ہے۔ اس لیے حوالوں کا التزام نہیں کیا گیا ہے۔ کیوں کے بقول ان کے عام قارئین کو حوالوں سے دلچسپی نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر صاحب کو شاہد عام قارئین کی نفسیات کو جاننے میں مغالطہ ہوا ہے۔ کیونکہ بعض ایسے معاملات ہوتے ہیں جن میں عام قارئین بھی اپنی تسلی تشفی کی لیے پایہ ثبوت کے طلبگار ہوتے ہیں۔ اب جیسے علامہ اقبال جیسی شخصیت پر لگائے گئے اس الزام کا کہ انہوں نے طوائف کا قتل کیا ہے۔ جس سے متعلق عام قارئین بھی جاننا چاہتے ہیں کہ یہ الزام کس نے لگایا ہے۔ کس کتاب میں کس صفحے پر درج ہے۔

اگرچہ کہ ڈاکٹر صاحب نے ایسا کوئی حوالہ تو نہ دیا لیکن اس الزام کی تردید میں یوں جواب دیا جو ایک حد تک قابل تسلیم ہے کہ

> ''طوائف کو قتل کرنے والی روایت بالکل من گھڑت ہے حیرت ہوتی ہے کہ کالج کا ایک طالب علم ایک طوائف کو قتل کرے، اس پر کوئی مقدمہ چلے نہ کوئی باز پرس۔''

تاہم داستان اقبال کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے باقی تحقیقی سرمائے میں حوالہ جات کا پوری جانفشانی سے اہتمام کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے منظم اور سائنسی طریقہ کار سے تحقیق کر کے شواہد و ماخذات کی روشنی میں حقائق پیش کیے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا اسلوب سیدھا سادا اور عام فہم رہا ہے۔ انہوں نے بالکل صاف واضح اور دو ٹوک لب لہجہ میں اپنے تحقیقی نتائج کو پیش کیا ہے۔ ان کے انداز بیان میں ادبیت کی چاشنی ذرا کم استدلالی اور منطقی زور بیاں زیادہ ملتا ہے۔

حواشی

۱۔ صابر کلوروی (ڈاکٹر) داستان اقبال صفحہ نمبر ۱۵۔۱۴

۲۔ ایضاً اقبال کے ہم نشیں صفحہ نمبر ۸۔۷

۳۔ ایضاً داستان اقبال صفحہ نمبر ۱۵

۴۔ صابر کلوروی مضمون اقبال کا غیر مدون کلام ایک نئی دریافت مشمولہ ادبیات جون ۱۹۸۸ء صفحہ نمبر ۱۰۷

۵۔ ایضاً صفحہ نمبر ۱۱۰

۶۔ صابر کلوری مضمون اقبال اور ہزارہ مشمولہ اقبال اور ہزارہ صفحہ نمبر ۸۔۷

۷۔ ایضاً صفحہ نمبر ۱۱

۸۔ ایضاً صفحہ نمبر ۱۶

۹۔ صابر کلوری داستان اقبال صفحہ نمبر ۳۱۳

۱۰۔ صابر کلوری مضمون روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی ادبی جہت اور اقبال خیابان ۲۰۰۶ء صفحہ نمبر ۶۴

۱۱۔ صابر کلوری مضمون اقبال اور ہزارہ مشمولہ اقبال اور ہزارہ صفحہ نمبر ۹

کتابیات

۱۔ صابر کلوری (ڈاکٹر)	اقبال کے ہم نشیں	مکتبہ خلیل لاہور،	۱۹۷۵ء
۲۔ صابر کلوری (ڈاکٹر)	داستان اقبال	ادارہ نشریات لاہور،	۲۰۰۹ء
۳۔ صابر کلوری (ڈاکٹر)	اشاریہ مکاتیب اقبال	اقبال اکادمی لاہور،	۱۹۸۴ء
۴۔ صابر کلوری (ڈاکٹر)	کلیات باقیات شعر اقبال اُردو اقبال	اکادمی لاہور،	۲۰۰۴ء
۵۔ صابر کلوری (ڈاکٹر)	تاریخ تصوف	مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور،	۱۹۸۸ء
۶۔ بشیر احمد سوز (پروفیسر)	اقبال اور ہزارہ	سرحد اُردو اکیڈمی ایبٹ آباد	۲۰۰۲ء

رسائل وجرائد

۱۔ ادبیات جون ۱۹۸۸ء

۲۔ خیابان ۲۰۰۶ء

۳۔ بازیافت ۲۰۰۴ء

۴۔ اخبار اُردو ۲۰۰۳ء

۵۔ خیابان نوادر اقبال ۲۰۰۳ء